اوامر ونواھی کی تقسیم میں تخفیف کا پہلو

قاری محمد اقبال

صدر شعبہ اسلامیات٬ زرعی یونیورسٹی٬ فیصل آباد

مأمورات شرعیہ یا اوامر ونواھی پر بحث کرنے سے پہلے ان کے اصل اصول امر کے بارے میں چند ابتدائی باتوں کا ذکر ضروری ہے:

قرآن کریم میں فعل امر امر کا صیغہ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

۱۔ وجوب کیلئے جیسے:

''اقیمو الصلوٰۃو اتواالزکوٰۃ'' (نماز قائم کرواور زکوٰۃ دو)

۲۔ ندب واستحباب کیلئے جیسے:

''وابتغوامن من فضل اللہ واذکروااللہ کثیرا''

(اللہ کا فضل تلاش کواور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو)

۳۔ اباحت وجواز کیلئے:

''واذاحللتم فاصطادو'' (جب تم احرام کھول دوتو شکار کرو)

۴۔ تقریع (جھڑک) کیلئے:

''واستفزز من استطعت منھم بصوتک''

(جس قدر ہوسکے اپنی آواز سے انہیں گھبراہٹ میں ڈال)

۵۔ توبیخ کیلئے:

''فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر''

(کوئی چاہے تو مومن بن جائے اور چاہے تو کفر اختیار کرے(۱) ملخص

بعض فقہاء نے ان معانی کی تعداد انیس (۱۹) تک پہنچائی ہے۔(۲)

''امر کے'' کے معنیٰ کی تعیین اور فقہاء

صیغہ امر کے بہت سے معانی میں استعمال کی وجہ سے فقہاء میں یہ بحث رہی ہے کہ یہ بنیادی طور پر کس معنی کیلئے ہے تاکہ کسی دوسرے معنیٰ کی تعیین نہ ہونے کی صورت میں وہ بنیادی معنیٰ مراد لے لیا جائے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ صیغہ امر بنیادی طور پر جواز کے معنی کا تقاضہ رکھتا ہے کیونکہ تعمیل حکم کا ادنی درجہ اباحت ہے جو ثبوت کے اعتبار سے یقینی ہوگا۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ مندوب ومستحب ہوگا کیونکہ اباحت میں فعل وترک کی حیثیت ایک جیسی ہوتی ہے اور امر کو ترجیح دینے کیلئے اسے فعل کی طرف رکھنا چاہیے۔

احناف کے نزدیک صیغہ امر وجوب کیلئے ہوتا ہے جب تک کوئی قرینہ اسے مندوب یا مباح نہ بنادے- ان کی دلیل یہ ہے کہ امر تعمیل کا تقاضہ رکھتا ہے اور تعمیل میں بنیادی حیثیت کمال کو دی جائے گی- ادنی کے احتمال کے باوجود ترجیح کمال کو حاصل رہے گی کیونکہ نہ تو صیغہ میں کمی ہے اور نہ متکلم (ذات اقدس جل وعلا) کی ولایت وحکومت میں-(۳)

صیغہ امر میں مفہوم ومعنی کا تعدد، تنوع اور درجہ بندی میں تخفیف وسہولت کا ایک پہلو یہ نظر آتا ہے کہ زمانہ کے بدلتے حالات، قرئن میں تبدیلی کا امکان اور اس کی بنیاد پر حکم میں تغیر، دین کے بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچائے بغیر صیغہ امر کو وجوب کی جگہ ندب پر محمول کرنا اور انفرادی شخصی معاملات میں نرمی کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے-

''امر'' کی قسمیں

فقہاء کی آراء کو جمع کیا جائے تو امر کی چار قسمیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مندوب

آئندہ سطور میں انہی عناوین کی تفصیل پیش کی جائے گی-

فرض

لغوی اعتبار سے فرض کا معنی حتمی طور پر مقدار کی تعیین ہے- اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''سورة انزلناها وفرضناها''

(ہم نے سورت نازل کی اور اس میں قطعی احکام دیے ہیں)

فقہاء کے نزدیک فرض کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے:

''فرض قطعی طور پر طے شدہ حکم ہے جو زیادتی یا کمی سے پاک اور بے شبہ دلیل سے ثابت ہو- مثلاً ایمان، نماز، زکوۃ، اور حج وغیرہ- فرض کو مکتوبہ کہتے ہیں اور اس نام میں ایک قسم کی سہولت موجود ہے کہ حتمی طور پر طے شدہ کام آسان ہو جاتا ہے''(۴)

''فرض وہ ہے جس کا چھوڑنا حلال نہ ہو- کرنے والا ماجور ومطیع اور چھوڑنے والا گنہگار اور نافرمان قرار پائے''(۵)

ابن عقیل حنبلی امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ ''فرض وہ ہے جو قرآن سے لازم ہو''(۶)

واجب

وجوب کا لغوی معنیٰ سقوط بمعنی گرنا ہے- قرآن میں قربانی کے جانوروں کا ذبح ہو کر گرنا

''فا ذاوجبت جنوبھا'' کے الفاظ میں بیان کیا ہے- اس بات کا بھی احتمال ہے کہ لفظ وجوب وجبۃ بمعنی اضطراب سے ماخوذ ہو- وجوب کی اصطلاحی تعریفیں اس طرح کی گئی ہیں:

''واجب اس حکم کو کہتے ہیں جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں کسی نوعیت کا اشتباہ ہو جیسے فاتحہ کی تعیین، تعدیل ارکان، طواف میں طہارت، صدقہ فطر قربانی اور وتر وغیرہا'' (۷)

احکام شرع میں نوعی تقسیم کی وجہ یہ ہے کہ حکم شرع یا کرنے کا تقاضہ رکھتا ہے یا چھوڑنے کا یا فعل وترک میں اختیار ہوگا- اگر فعل کا تقاضہ رکھتا ہے تو وہ امر ہوگا- اگر امر کی عدم تعمیل سے سزا بھی وابستہ ہو تو ایسا حکم واجب ہوگا- (۸)

واجب شرعی وہ ہے جسے شارع نے لازمی طور پر کرنے کا مطالبہ کیا ہو کہ اس کے تارک کیلئے مذمت اور سزا اور کرنے والے کے تعریف وثواب ہو (۹)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک واجب وہ ہے جو سنت سے لازم ہو (۱۰)

فرض اور واجب میں فرق

فقہاء کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں ہے- حکم میں نہ معنی میں- نیز دونوں فعل کے ضروری ہونے اور ترک پر سزا میں مطلق ہیں- علاوہ ازیں فرض کو ان کے ہاں واجب کے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے-

امام شافعی اور ابن حزم الظاہری بھی دونوں میں فرق نہیں کرتے لیکن وہ نام فرض کا استعمال کرتے ہیں اور واجب کا ذکر ذیلی طور پر کرتے ہیں- بزدوی نے احناف کے نزدیک فرض واجب کے فرق میں بسط سے کام لیا ہے- ان کی بحث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''احناف نے فرض اور واجب میں دلیل کی قوت وضعف اور یقین واشتباہ کے مطابق فرق کیا ہے- ان کے نزدیک اگر دلیل شبہ سے پاک ہو تو اس سے ثابت ہونے والا حکم فرض ہوگا اور اگر دلیل میں کسی طرح کا اشتباہ واضطراب ہو تو ثابت ہونے والا حکم واجب ہوگا- دونوں کے حکم میں یہ فرق ہے کہ فرض علم یقینی، تصدیق قلبی اور عمل بدنی کے ساتھ ضروری ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا فاسق ہوگا- واجب عملی طور پر تو ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ یقینی علم کی بنیاد پر ہو- اس لئے اس کا تارک فاسق ہوگا لیکن منکر کافر قرار نہ دیا جائے گا'' (۱۱)

سنت

سنت کا لغوی معنیٰ ہے راستہ اور کوئی پانی کیلئے راستہ بنادے تو عربی میں ''سن الماء''

کہا جاتا ہے۔ اصطلاحِ شریعت کے مطابق دینی کاموں میں وہ راستہ جس پر محمد رسول اللہ ﷺ چلے ہوں۔ یہ آپ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر پر مشتمل ہے۔

سنت کا حکم یہ ہے کہ فرض یا واجب سمجھے بغیر اس پر عمل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ہم بحیثیت مسلمان اس کے زندہ کرنے پر مامور ہیں۔ اسی لئے سنت کا ترک باعث ملامت قرار دیا گیا ہے۔ (۱۲)

مندوب:

لغت میں مندوب ندب'' سے ماٰخوذ ہے جس کا معنی کسی کو ضروری کام کی طرف بلانا ہے۔ ایک حماسی شاعر نے یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔

لایسئلون اخاهم حین یندبهم للنائبات علی ماقال برهاناً

(مصائب میں وہ اپنے بھائی کی پکار پر اسے اپنی بات کی دلیل پیش کرنے کو نہیں کہتے)

فقہی اصطلاح کی حیثیت سے اس کی مندرجہ ذیل تعریفیں کی گئی ہیں:

''هو المطلوب فعله شرعا من غیر ذم علی ترکه مطلقا''(۱۳)

(شریعت میں جس کام کا کرنا مطلوب ہو اور اس کے ترک پر مطلقاً مذمت نہ کی جائے)

''امر بتخییر فی الترک الاان فاعله مأجور وتارکه لااثم ولا ماجور وهو الائتساء والمستحسن والمستحب''(۱۴)

(ترک کے اختیار کے ساتھ دیا گیا حکم ندب ہے۔ اس کا کرنے والا ماجور اور چھوڑنے والا گنہگار نہ ماجور اسے ائتساء، مستحسن اور مستحب کہتے ہیں)

مندب کو سنت زائدہ، نافلہ، مستحب، احسان، ادب اور فضیلت بھی کہتے ہیں۔ اس میں لزوم کے بغیر فعل کو ترجیح ہوتی ہے۔ (۱۵)

مندوب کی اہمیت:

مندوب کے بارے میں دو باتیں قابل غور ہیں:

(۱) بعض اوقات کوئی عفل جزئی یا ذاتی طور پر مندوب ہوتا ہے لیکن اجتماعی طور پر واجب ہوتا ہے۔ مثلاً مساجد میں اذان، باجماعت نماز، نماز عیدین، نفلی صدقہ، نکاح وتر، فجر، عمرہ اور نوافل رواتب وغیرہا۔ یہ افعال اجتماعی طور پ رہو رہے ہوں تو شخصی طور پر ان کا حکم مندوب کا رہتا ہے لیکن سارے چھوڑ دیں تو ہر ایک معتوب ہوگا۔ جیسے اذان کو شعائر اسلام میں سے قرار دے کر اسی بستی پر حملہ کرنے سے روکا گیا جہاں سے اذان کی آواز آئے یا نبی کریم ﷺ نے تارکین جماعت کے گھر جلا دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اسی طرح تکثیر نسل اور بقائے نوع انسانی کے نکتہ نظر سے نکاح شریعت مقصود ہے۔

(۲) مندوب ایک اعتبار سے واجب کا مقدمہ اوراس کو یاد دلانے والا ہوتا ہے واجب کی جنس سے ہو یا غیر جنس سے مثلاً فرائض نماز کے ساتھ نوافل اسی طرح صیام' صدقہ اورحج کے فرائض کے ساتھ نوافل وآداب' نماز کے ساتھ جسم' لباس اور جائے نماز کا پاک ہونا اور مسواک وزینت اور روزے کی حالت میں تاخیر سحری' تعجیل افطار اور لایعنی گفتگو سے پرہیز وغیرہ- اس صورت میں مندوبات واجبات میں شامل ہو جاتے ہیں-

مذکورہ بالا باتوں کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ مندوب کا شخصی طور پر بالکلیہ ترک یا اجتماعی ترک دینی معاملات کو خراب کر دیتا ہے اس لئے تخفیف کے پہلو میں بھی مندوب کو شخصی اور عارضی حد تک محدود رکھنا چاہیے- دائمی ترک دینی اور اجتماعی طور پر نقصان دہ ہوگا- اسی مصلحت کی بنا پر اس مقالہ میں مندوب کو ماٴ موراتِ شرعیہ میں شمار کیا گیا ہے اور امر شرعیہ کی ان بحثوں میں فرض کے ساتھ ''فی التقدیر والتناهی یسر''واجب کے ساتھ''لایکفر جاحده''سنت کے ساتھ''من غیر افتراض ولاوجوب''سنتِ زائدہ کے ساتھ''تارکھالایستوجب اساءۃ''مستحب ونفل کے ساتھ''لایعاقب علی ترکه''من غیر ذم علی ترکه مطلقاًاورتارکھالااثم و غیرہا جیسے الفاظ اسلام کے فقہی احکام میں تخفیف کے آئینہ دار ہیں-

ممنوعات شرعیہ کی تنویع میں تخفیف کا پہلو

حرام اور مکروہ اپنی ذیلی اقسام کے ساتھ شرعی احکام میں تخفیف کا یہ پہلو رکھتے ہیں کہ بعض صورتوں میں حرام فعل کا ارتکاب' حرام چیز کا کھانا یا حرام بات کہنا جائز ہو جاتا ہے- جب حرام میں اس نوعیت کی سہولت موجود ہے تو مکروہ میں کیوں نہ ہوگی-

حرام

اصول فقہ کی اصطلاح میں حرام کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

''جس سے شارع نے قطعی اور لازمی طور پر باز رہنے کا مطالبہ کیا ہو اور اس کا چھوڑنے والا اطاعت گزار اور اجر کا مستحق جبکہ کرنے والا گنہگار اور نافرمان شمار ہو- اس کی دلیل قطعی اور شبہ سے پاک ہو جیسے حرمتِ زنا یا ظنی ہو جیسے اخبار آحاد سے ثابت شدہ حرام چیزیں-(۱۶)

حرام وہ ہے جس کا فاعل ملامت کا مستحق اور اللہ تعالی کا نافرمان ہو سوائے اس بات کے کہ اللہ تعالی کی معافی اور توبہ کے ذریعے وہ گناہ ساقط ہو جائے-(۱۷)

حرام اور قرآن

قرآن کریم نے حرام کا ذکر اس کے اپنے مادہ سے بھی کیا ہے- مثلاً:

"حرمت علیکم امھتکم وبناتکم"

(تم پر تمہاری مائیں' بیٹیاں (......) حرام کر دی گئی ہیں)

نہی کے ایسے صیغے کے ساتھ بھی حرام کا ذکر کیا گیا ہے جو قطعیت پر دلالت کرتا ہو اور اس کے کرنے پر سزا مرتب ہوتی ہے- اس کی چند قرآنی مثالیں درج ذیل ہیں:

(۲) "فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور"

(بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کہنے سے بچو) (۱۹)

(۲) "انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ" (۲۰)

(بے شک شراب' جوا' بتوں کی قربان گاہیں اور پانسے کے تیر پلید شیطانی عملی ہیں- ان سے بچو)

(۳) "والذین یرمون المحصنت ثم لم یأتوباربعةشھداء فاجلدوھم ثمانین جلدة" (۲۱)

(جو پاک دامن خواتین پر تہمت لگائیں پھر اس پر چار گواہ پیش نہ کریں تو انہیں اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ)

(۴) "ان الذین یأکلون اموال الیتمی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراوسیصلون سعیرا" (۲۲)

(جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ دراصل شکموں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم میں ڈالے جائیں گے)

پہلی دو مثالوں میں "فاجتنبوا" کا قطعی حکم' تیسری میں اسی کوڑوں کی سزا کے قرینے اور چوتھی مثال میں شکموں میں آگ اور جہنم کی سزا کے پیش نظر ممنوعہ افعال واشیاء کی حرمت پر استدلال کیا گیا ہے- ان کا حرام ہونا اعتقادی' اخلاقی معاشرتی اور طبی مفاسد کی وجہ سے ہے-

حرام کی قسمیں

حرام کی دو قسمیں ہیں (۱) محرم لذاتہ (۲) محرم لغیرہ- دونوں کی تفصیل عنوان وار پیش کی جاتی ہے-

محرم لذاتہ

جو چیزیں شرعی طور پر مفاسد کی وجہ سے اصلاً حرام ہیں- مثلاً زنا' محرمات سے نکاح' قتل اور

چوری وغیرہ- ان کا حکم یہ ہے کہ بعض تو بالکل ہر حال میں حرام ہیں اور بعض کا ارتکاب کسی شرعی ضرورت یا عذر کے بغیر حرام ہے- مثلاً مردار کھانا کہ اضطراری حالت میں سد رمق کی حد تک جائز ہو جاتا ہے- قتل حرام ہے لیکن کافر حربی' باغی' ڈاکو یا بطور قصاص قاتل کا قتل جائز ہے- چوری بنیادی طور پر حرام ہے لیکن سخت بھوک میں باغ کا پھل کھالینے کی حد تک معافی ہے- زنا حرام ہے لیکن اکراہ کی صورت میں بحیثیت متاثر ومفعول سزا کی معافی ہے- عذر' ضرورت یا اکراہ کی صورت میں حرام کی اجازت فقہی احکام میں تخفیف وسہولت کی غماز ہے-

محرم لغیرہ

جس کام میں بنیادی طور پر کوئی ضرر وفساد نہ ہو یا کبھی اس کی منفعت بھی غالب ہو لیکن اس کو حرام کا تقاضا رکھنے والی چیز سے ملا دیا جائے مثلاً غصب کی ہوئی زمین میں نماز پڑھنا' جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت' حلالہ کیلئے نکاح کرنا' کسی کے پیغام نکاح پر پیغام بھیجنا اور بیک وقت تین طلاقیں دینا وغیرہ محرم لغیرہ کی مثالیں ہیں-

بعض فقہاء نے ان کاموں کے اصلاً مشروع ہونے کی وجہ سے یہ کہا ہے کہ اصل کا اعتبار کرتے ہوئے ان کا وقوع ہو جاتا ہے مثلاً فریضہ نماز ذمہ سے ساقط ہو جائے گا- خرید وفروخت واقع ہو جائے گی' حلالہ کیلئے نکاح مؤثر ہوگا اور اسی طرح تین طلاقیں بھی مؤثر ونافذ ہو جائیں گی-

بعض فقہاء نے ان کے فساد کی جہت کے پیش نظر انہیں مؤثر ونافذ نہیں سمجھا- دقت نظر سے دیکھا جائے تو فقہاء کے یہ دونوں مؤقف اپنے اپنے موقع پر تخفیف کے حامل ہیں اور پیچیدہ قانونی معاملات میں کار آمد ہیں-

مکروہ

لغوی اعتبار سے مکروہ ''کریہہ'' بمعنی شدت جنگ سے ماخوذ ہے- عرب سخت سر والے اونٹ کو ''جمل کرہ'' کہتے ہیں راغب اصفہانی کے نزدیک ''کرہ'' وہ مشقت ہے جو خارج سے انسان کو پہنچتی ہے اور اسے برداشت پر مجبور کرتی ہے- (۲۳)

اصطلاح فقہ میں ایسی ممانعت جس میں کرنے کا بھی اختیار دیا گیا ہو لیکن اس کا چھوڑنا ثواب اور کرنا اجر کا موجب ہو نہ گناہ کا- (۲۴)

مکروہ کی ایک تشریح یہ بھی کی گئی ہے:

> ''مکروہ سے مراد بعض اوقات اس کام کا چھوڑنا لیا جاتا ہے جس کی مصلحت راجح نہ ہو- اگر چہ اس سے منع نہ کیا گیا ہو' مثلاً مندوبات کا ترک کرنا- کبھی اس سے تنزیہی ممانعت

مراد ہوتی ہے مثلاً مخصوص اوقات یا جگہوں سے نماز پڑھنا اور کبھی اس سے مراد صرف طبعی ناگواری ہوتی ہے۔ اگرچہ ظن غالب کے مطابق حلال ہو مثلاً بجو کا کھانا'' (۲۵)

احناف کے نزدیک مکروہ کی دو قسمیں ہیں۔ مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی:

مکروہ تحریمی:

جس سے شریعت نے مکلّف سے حتمی طور پر باز رہنے کا مطالبہ کیا ہے اور یہ مطالبہ دلیل ظنی سے ثابت ہو کیونکہ اخبار آحاد میں کسی کے پیامِ نکاح پر پیغام بھیجنے یا کسی کے طے شدہ سودے میں زیادہ کی پیشکش کرنے کی ممانعت ثابت ہے۔

مروہ تنزیہی:

شارع کی طرف سے باز رہنے کا مطالبہ لازمی اور حتمی نہ ہو مثلاً جنگ کی ضرورت کے پیش نظر گھوڑوں کا گوشت کھانے سے منع کیا گیا یا شکاری پرندوں کے جوٹھے پانی سے وضو کرنا۔ مکروہ تنزیہی کا ارتکاب خلافِ اولیٰ ہے۔ (۲۶ج

مکروہ کی اس تشریح میں فقہاء کا مکروہ کو ''لاعلی وجه الالزام والحتم''ان فاعله لایاثم''''لیس فی فعله اجرولااثم''اور احناف کے ہاں مکروہ تنزیہی کو''ان فاعله لایذم ولایعاقب'' کہنا فقہی سہولت کی حقیقت واضح کرتا ہے۔

مباح:

لغت میں اباحت کا معنی اظہار واعلان ہے۔ عربی میں باح سرہ کا معنی ہے۔ اس نے اپنا راز ظاہر کر دیا۔ اباحت سے مراد اجازت مطلقہ بھی لی جاتی ہے۔ مثلاً ''الجتہ کذا'' میں نے اسے یوں اجازت دے دی' کے معنی میں کہا جاتا ہے۔ اصطلاحِ فقہ کی رو سے مباح کی یہ تعریف کی گئی ہے:

''شریعت نے جس فعل کے کرنے نہ کرنے کا اختیار مکلّف کو دیا ہو اور فعل و ترک کو اچھا یا برا نہ کہا ہو۔ اسے حلال بھی کہا جاتا ہے۔ (۲۷)

اباحت کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں برابری کا نام ہے کہ اس پر نہ ثواب ہے نہ عقاب جیسے کوئی شخص چارزانو بیٹھے یا گھٹنے اٹھا کر۔ اسی طرح کوئی کپڑوں کو سبز رنگ کرے یا گلابی۔ مباح کو ہی حلال کہتے ہیں۔ (۲۸)

آمدی مختلف فقہاء کی طرف سے اباحت کی تعریفوں پر جرح کرتے ہوئے پسندیدہ تعریف یوں متعین کرتے ہیں:

''هومادل الدلیل السمعی علی خطاب الشارع لتخییرفیه بین الفعل

والترک من غیر بدل"(۲۹)

(وہ خطاب شارع پر مبنی اس دلیل سمعی کا نام ہے جس میں بدل تجویز کیے بغیر فعل و ترک کا اختیار دیا گیا ہو)

قرآن کریم اور مباح:

قرآن کریم میں مباحات کا ذکر مختلف پیرایوں میں کیا گیا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) بعض مقامات پر چیزوں کے حلال ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

"الیوم احل لکم الطیبت وطعام الذین اوتوالکتب حل لکم وطعامکم حل لھم"(۳۰)

(۲) بعض اوقات اثم (گناہ)، جناح (گناہ) اور حرج (تنگی) کی نفی کر کے اباحت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً:

"فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ"(۳۱)

"لا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم"(۳۲)

"لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تأکلوا من بیوتکم او بیوت اباء کم (......)(۳۳)

(۳) صیغہ امر کے ساتھ تعبیر مگر اباحت کا معین مراد لینے کے قرینہ کی موجودگی مثلاً:

"وذا حللتم فاصطادو"(۳۴)

اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ احرام سے نکلنے کے بعد ضرور شکار کرو بلکہ یہ معنی ہے کہ شکار تمہارے لئے جائز ہے۔

مباح، عفو اور سنت:

جس طرح امر اور نہی کے درمیان مباح ہے اسی طرح حلال اور حرام کے درمیان ایک درجہ "عفو" ہے۔ بہت سے فقہاء نے مباح اور عفو کو مترادف خیال کیا ہے اور "الاصل فی الاشیاء الاباحۃ حتی یدل الدلیل علی التحریم" کے ذیل میں عفو کی مثالیں بیان کی ہیں۔

عفو کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے چند ارشادات درج ذیل ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض عائد کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو، کچھ حدود متعین کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کے قریب نہ جاؤ اور بھولنے کے بغیر تمہارے لئے رحمت کے طور پر کچھ چیزوں کے بارے میں سکوت کیا ہے ان کے بارے

میں کرید نہ کرو'' (۳۵)

ایک روایت کے الفاظ قدرے مختلف ہیں:

''اور بغیر بھولنے کے بہت سی چیزوں کے بارے میں سکوت کیا ہے۔ ان کے بارے میں بے جا تکلیف نہ اٹھاؤ۔ یہ تمہارے لئے رحمت ہے اسے قبول کرو'' (۳۶)

''جسے اللہ نے حلال کیا ہے حلال اور جسے حرام کیا ہے حرام ہے۔ اور جس چیز کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے وہ معاف ہے۔ اللہ کی دی ہوئی معافی قبول کرو کیونکہ اللہ کسی چیز کو بھولنے والا نہیں ہے'' (۳۷)

نبی کریم ﷺ سے پنیر، گھی اور پوستین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے اور جس سے سکوت کیا ہے وہ ان چیزوں سے ہے جنہیں اللہ نے معاف کیا ہے'' (۳۸)

مباح اور عفو کی مذکورہ ابحاث میں ''لاعقاب'' (سزا نہیں ہے) ''حل لکم'' (تمہارے لئے حلال ہے) ''لاالم علیه'' (اس پر گناہ نہیں) ''ولاعلی المریض حرج'' (مریض پر تنگی نہیں ہے) ''لاتکلفوها'' (ان میں تکلیف نہ کرو) رحمت لکم'' (تمہارے لئے رحمت ہے) اور ''فاقبلوا من الله عافیته'' (اللہ کی معافی قبول کرو) جیسے الفاظ تخفیف وسہولت کی اسلامی روح کے مظہر ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ البزدوی فخر الاسلام علی بن محمد: اصول البزدوی: ص ۲۰، نور محمد، کراچی
۲۔ نجم الغنی، ارم پوری حکیم: مزیل الغواشی شرح اردو اصول الشاشی: ص ۱۳۸، فاروقی کتب خانہ ملتان
۳۔ البزدوی: اصول البزدوی: ص ۲۱
۴۔ البزدوی: اصول البزدوی: ص ۱۳۶
۵۔ ابن حزم الظاہری ابی محمد علی: الاحکام فی اصول الاحکام: الجزء الثالث: ص ۷۷، ضیاء السنہ، فیصل آباد
۶۔ عبدالکریم زیدان الدکتور: الوجیز فی اصول الفقہ: ص ۳۱
۷۔ البزدوی: اصول البزدوی: ص ۱۳۶
۸۔ الغزالی حجۃ الاسلام الامام: المستصفیٰ: جلد اول، ص ۵۶، مکتبہ التراثات اسلامیہ، ملتان
۹۔ عبدالکریم زیدان الدکتور: الوجیز فی اصول الفقہ: ص ۳۱
۱۰۔ ایضاً (فٹ نوٹ)
۱۱۔ البزدوی: اصول البزدوی: ص ۱۳۶-۱۳۷
۱۲۔ ایضاً: ص ۱۳۹
۱۳۔ الامدی سیف الدین الشافعی: احکام الاحکام فی اصول الاحکام: جلد اول، ص ۱۱۹
۱۴۔ ابن حزم الظاہری الاندلسی: الاحکام فی اصول الاحکام: الجزء الاول: ص: ۴۳
۱۵۔ ابن عابدین الشامی: ردالمحتار علی الدرر المختار: جلد اول، ص ۹۱، المکتبہ الماجدیہ، کوئٹہ
۱۶۔ عبدالکریم زیدان الدکتور: الوجیز فی اصول الفقہ: ص ۴۱
۱۷۔ عبدالکریم زیدان الدکتور: الوجیز فی اصول الفقہ: ص ۴۱
۱۸۔ ابن حزم الظاہری الاندلسی: الاحکام فی اصول الاحکام: الجزء الاول: ص: ۴۳
۱۹۔ القرآن: ۴: ۲۳
۲۰۔ القرآن: ۲۲: ۳۰
۲۱۔ القرآن: ۲۴: ۴
۲۲۔ القرآن: ۴: ۱۰
۲۳۔ راغب اصفہانی، علامہ: المفردات فی غریب القرآن: ص ۴۴۲
۲۴۔ ابن حزم الظاہری الاندلسی: الاحکام فی اصول الاحکام: الجزء الاول: ص: ۴۳
۲۵۔ الامدی سیف الدین الشافعی: احکام الاحکام فی اصول الاحکام: جلد اول، ص ۱۲۲

۲۶۔ عبدالکریم زیدان الدکتور: الوجیز فی اصول الفقہ: ص۴۶
۲۷۔ عبدالکریم زیدان الدکتور: الوجیز فی اصول الفقہ: ص۴۷
۲۸۔ ابن حزم الظاہری الاندلسی: الاحکام فی اصول الاحکام: الجزء الاول: ص:۴۴
۲۹۔ الامدی سیف الدین الشافعی: احکام الاحکام فی اصول الاحکام: جلد اول، ص۱۲۳
۳۰۔ القرآن: ۵:۵
۳۱۔ القرآن: ۲:۱۷۳
۳۲۔ القرآن: ۲:۲۳۵
۳۳۔ القرآن: ۲۴:۶۱
۳۴۔ السیوطی جلال الدین: الاشباہ والنظائر: ص۶۰
۳۵۔ علی متقی الہندی: کنز العمال: ص۱۹۴: حدیث نمبر ۹۸۰
۳۶۔ ایضاً: حدیث نمبر ۹۸۱
۳۷۔ السیوطی جلال الدین: الاشباہ والنظائر: ص۶۰
۳۸۔ ترمذی: الجامع: جلد اول، ص۲۴۲ - ابن ماجہ: السنن: ص۲۴۱